- فتاویٰ رشیدیہ، مکمل مبوب
- سبیل الرشاد
- ہدایۃ الشیعہ
- زبدۃ المناسک
- فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب و دار الاسلام
- لطائف رشیدیہ
- ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی
- القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ
- الحق الصریح فی اثبات التراویح
- فتویٰ مولد شریف
- ردّ الطغیان فی اوقاف القرآن
- تعداد رکعات تراویح
- اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ
- فتویٰ احتیاط الظہر

اضافہ شدہ ایڈیشن

تالیفاتِ رشیدیہ

مع

فتاویٰ رشیدیہ

مکمل مبوّب

فقیہ العصر قطب الارشاد

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ

کے فتاویٰ، رسائل اور تصانیف کا مجموعہ

پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

ادارہ اسلامیات

دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور

۱۹۰۔ انارکلی، لاہور۔ پاکستان

موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی

Web: www.idaraeislamiat.com Email: idara.e.islamiat@gmail.com

پہلی بار عکسی طباعت ــــــــــــ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ، ستمبر ۱۹۸۷ء
تصحیح شدہ جدید ایڈیشن بار دوم ــــــــــــ ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء
باہتمام ــــــــــــ اشرف برادران سلمہم الرحمٰن
ناشر ــــــــــــ ادارۂ اسلامیات ۔ لاہور
مطبع ــــــــــــ ارشد سلمان وہاب پرنٹرز لاہور
قیمت ــــــــــــ مجلد ڈائی دار
کتابت ــــــــــــ مشتاق احمد جلالپوری

ادارۂ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ ــــ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۳۷۳۲۴۴۱۲ فیکس ۳۷۳۲۴۶۸۵-۴۲-۹۲

★ ــــ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون ــــ ۳۷۳۵۳۲۵۵ - ۳۷۲۳۲۹۹۱

★ ــــ موہن روڈ
چوک اردو بازار، کراچی فون ۳۲۷۲۲۴۰۱

Web: www.idaraeislamiat.com Email: idara.e.islamiat@gmail.com

ترتیب

سبیل الرشاد

از تصانیف: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ

تمہید

حامدًا و مصلیًا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد متدینان اہلِ علم و انصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ ایک تحریر مشتمل برچند استفسارات از جانب غیر مقلدین منشی کرم خاں صاحب نائب محافظ دفتر صدر ضلع انبالہ کی طرف سے حضرت مخدوم عالم حامی شریعت و ہادی طریقت میزابِ رحمت و رہنمائے طریقت سُنت سیدنا و مولانا مولوی رشید احمد صاحب متع اللہ الاسلام والمسلمین بفیوضہ وطول بقائہ کی خدمت بابرکت میں بنظر جواب پہنچی جس میں سائل نے چند استفسارات اپنے اطمینان و واقفیت کی غرض سے اور چند سوالات غیر مقلدین کے جواب کی غرض سے مندرج کئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ممدوح نے جملہ امور کا جواب باصواب تحقیق و انصاف کے ساتھ تحریر فرمایا۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ علمائے با انصاف نہایت محظوظ ہوں گے اور دل سے پسند فرمائیں گے۔ البتہ جو صاحب بوجہ قلتِ فہم یا شدتِ تعصب ان جوابات کی خوبی و عمدگی میں متامل ہوں تو یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں نہ اُن کی کچھ شکایت۔ حضرت مولانا کی غرض اصلی ان تحقیقات سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسائل فروعیہ اختلافیہ میں اکابر اہل سنت و مجتہدین امت پر کسی قسم کی زبان درازی یا طعن و تشنیع کرنا بوجہ جہالت و ناواقفیت ہے جو عوام کو کسی طرح جائز نہیں بلکہ اقوال مجتہدین کا ماخذ نصوصِ شرعیہ ہیں اور مسائل اختلافیہ میں ہر ایک مجتہد نے اپنا مدعا قرآن و حدیث سے مستنبط فرمایا ہے نصوص کے مقابلہ میں ہرگز ہرگز ان مسائل میں حضرات مجتہدین نے اپنے قیاس سے کام نہیں لیا۔ جو ائمہ مجتہدین کی نسبت ایسا خیال کرے سراسر اس کی غباوت و جہالت ہے۔ چنانچہ بہت سے آج کل کے نام کے علماء ان مسائل جزئیہ میں اکابر امت کو الفاظ نا ملائم سے یاد کر کے اپنی جہالت ظاہر کرتے ہیں۔

بالجملہ مولانا کی یہ غرض ہے کہ ابناء زمانہ کا مقلدین ائمہ پر ان مسائل میں زبان درازی کرنا بالکل بیجا ہے بلکہ یہ جملہ مسائل عبارت و دلالت و اشارہ نصوص سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ نے میزان میں مسائل اختلافیہ میں ہر ایک امام کے قول کے لئے ماخذ شرعی بیان فرمایا ہے۔ راجح مرجوح کا بیان کرنا اور دلائل ترجیح بالتفصیل بیان فرمانے ہرگز اس موقعہ میں مقصود نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا نے چند مواقع میں اس کی طرف اشارہ بھی فرما دیا ہے اس لئے غرض ہے کہ کوئی صاحب بلا تدبر کسی افراط یا تفریط میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ وما علینا الا البلاغ بنظر اصلاح و منفعت و اظہارِ حق یہ امر مناسب معلوم ہُوا کہ یہ تحریر طبع کرا کر مشتہر کی جائے۔ سائل نے اوّل چند استفسارات اپنے اطمینان کے لئے لکھے ہیں اس کے بعد چند مسائل غیر مقلدین کے نقل کئے ہیں۔ اوّل استفسارات کے جواب بیان کئے جاتے ہیں۔ محمود حسن عفی عنہ

استفسار اوّل:۔ صحابی اور تابعی کی تعریف کیا ہے اور لقاء رویت میں کیا فرق ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہوتے ہیں یا نہیں اور زمانہ خیر القرون کس مدت تک رہا۔ فقط

ثم الذین یلونھم ۔

پس اس حدیث خیرالقرون میں تابعی اور تبع تابعی دونوں داخل ہیں اور تبع تابعین کا عہد دوسو سال بعد تک رہا۔ چنانچہ امام شافعیؒ نے جو تبع تابعی ہیں دوسو چار میں وفات پائی ہے اور جناب امام ابوحنیفہؒ نے ڈیڑھ سو سال میں وفات پائی ہے اور بہرحال خیرالقرون میں ہونا امام صاحبؒ کا محقق ہے اور تابعی ہونا بھی محقق ہے اگرچہ کوئی انکار کرے عناد سے یا ناواقفیت سے ۔ واللہ اعلم

استفسار دوم :۔ حدیث اصحابی کالنجوم کس کتاب حدیث میں ہے اور عندالمحدثین کس درجہ میں ہے ؟

جواب :۔ حدیث اصحابی کالنجوم الخ مشکوٰۃ المصابیح میں منقول ہے رزین کی روایت سے مگر صحاح ستہ میں یہ حدیث نہیں صاحب مشکوٰۃ نے اس پر کچھ کلام نہیں کی مگر ابن حجر وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے اور اس کا شاہد بھی ہے۔ حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" اور "اختلاف صحابی رحمۃ" پس یہ طرق سب جمع ہو کر یہ حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

استفسار سوم :۔ شرط بخاری یا شرط مسلم یا شرط الشیخین سے یہ مراد ہے کہ اس حدیث کے راوی کل ثقہ مثل راویان شیخین ہیں یا یہ راوی شیخین کے بھی راوی ہیں یا کیا مراد ہے ؟ کیونکہ بعض احادیث جو دیگر کتب میں ہیں اُن کے واسطے ایسا لکھا ہُوا ہوتا ہے ۔

جواب :۔ شرط شیخین کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے راوی وہ ہیں جن سے شیخین روایت اپنی کتابوں میں کرتے ہیں اس کو حافظ ابن حجرؒ نے اور نووی رحمہما اللہ نے معتبر رکھا ہے اور بعض دیگر نے مراد یہ رکھی ہے کہ صفات رواۃ اس حدیث کی مثل رواۃ شیخین کی ہوں۔ شیخ عبدالحق قدس سرہٗ اور سخاوی قدس سرہٗ اس معنی کو معتبر رکھتے ہیں اور متبادر الفاظ سے بھی یہی معنی ہوتے ہیں ۔ واللہ اعلم

چونکہ یہ فقرہ محدثین کا قدیم ہے اور ان کے معنی میں اختلاف تھا اس لئے دونوں قول نقل کئے ہیں جو علماء متاخرین نے اس سے مُراد سمجھی ۔

استفسار چہارم :۔ غیرمقلدین کہتے ہیں کہ بمقابلہ نص وحدیث کے قیاس کرنا ناجائز ہے آیا کسی صحابی نے بمقابلہ نص کے قیاس کیا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ قول کہ بمقابلہ نص کے قیاس ناجائز ہے صحیح ہے اور تمام علماء عام وخاص کا اس پر اتفاق ہے اور کوئی ادنیٰ مومن بھی اس کو جائز نہ کہے گا چہ جائیکہ کوئی عالم یا فقیہ یا مجتہد کہے یا ایسا کرے ۔ معاذ اللہ تعالیٰ ۔ مگر باوجود ظہور مراد کے یہ لوگ ھداھم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے) اس فقرہ کے معنی سے ہزاروں کوس دُور ہو کر مطلب کو نہ سمجھے اور ذریعہ ابطال حق کا اور طعن امۃ مقبولہ کا بنا کر ضلالت میں خود پڑ گئے۔ افسوس صد افسوس ایسی ہی سمجھ نے اُن کو خراب کیا ہے ۔

سو اس کے معنی سنو کہ اس سے یہ مُراد ہے کہ باوجود حکم نص کے اس کے مقابلہ میں اور مخالفت میں اپنی

رائے سے حکم مخالف نص کے دیا جائے اور اپنے قیاس فاسد کو معارض و مقابل حکم شریعت کا بنایا جائے کہ کوئی نص صریح یا خفی کسی طرح اُس کے موافق نہ ہو بلکہ محض مخالف جملہ نصوص کے کرے اور کوئی امر قیاس فاسد سے نکال کر سب نصوص کو رد کر دے تو یہ امر باطل و حرام کار شیطان لعین کا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اس کو حکم سجدہ کا آدم علیہ السلام کی طرف فرمایا اور اس میں کوئی خفا نہ تھا۔ حق تعالیٰ نے جان کر جن ناری اور ملائکہ نوری اور آدم خاکی سے سجدہ چاہا۔ مگر اس پلید نے اپنے خیال فاسد سے یہ نکال کر کہ نار اعلیٰ و افضل ہے خاک کے سجدہ کو خلاف مصلحت جانا تو صریح نص اور نصوص کے خلاف بمقابلہ حق تعالیٰ کے حکم کے یہ قیاس باطل کیا۔ پس ایسا کرنے والا ہمدم شیطان کا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ "اوّل من قاس ابلیس" یعنی قیاس فاسد خلاف نص کے اوّل ابلیس نے کیا جس کی وجہ سے قوم غیر مقلدین نے اپنی خوش فہمی و مطلق قیاس کو اگرچہ صحیح ہو ابلیس کا فعل قرار دے کر جملہ مجتہدین و علماء کو صحابہ سے لے کر آج تک گمراہ ٹھہرایا۔ معاذاللہ

اس قدر ہر اہلِ فہم پر واضح ہے کہ مقابل ضد شئی کو کہتے ہیں پس قیاس مقابل نص کا وہی ہوگا کہ کسی نص کے موافق نہ ہو ورنہ اگر ایک نص کے مقابل اور دوسرے نص کے موافق ہُوا تو مقابل نص کسی طرح نہیں کہہ سکتے اور بسببِ تعارض احادیث و نصوص کے یہ بالضرور صحابہ سے لے کر آخر تک سب کو واقع ہُوا ہے تو اس فرقہ کے نزدیک تمام اُمّت گمراہ ہوئی اور "لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" (الحدیث) ترجمہ میری اُمّت گمراہی پر جمع نہ ہوگی) بالکل غلط ہُوا العظمۃ للہ تعالیٰ۔ کیا جہل نے جہلا کو خوار کیا ہے۔

اب بغور سنو کہ اگر کسی حادثہ میں حکم کی حاجت ہوتی ہے تو اگر وہاں کوئی نص آیت یا حدیث مثلاً موجود ہے صریح کہ دوسرے معنی کی متحمل نہیں اور غیر منسوخ وغیر معارض تو وہاں کوئی قیاس نہیں کرتا کہ وہاں کوئی حاجت قیاس کی نہیں یہ معنی ہیں کہ محل نص میں قیاس درست نہیں کہ جب خود شارع کا حکم موجود ہے تو کسی کے قیاس کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ اگر خلاف حکم نص کے قیاس ثابت کرے گا تو وہ فعل ابلیس کا ہے اور حرام ہوگا اور جو موافق نص کے ثابت ہوگا تو لاحاصل ہوگا۔ مگر ہاں اگر یہ بات ثابت کرے کہ یہ حکم نص کا موافق عقلِ سلیم کے ہے تو یہ موجب قوتِ یقین کا ہو جاتا ہے اور تسلیم حکم نص کو نہایت معین ہوتا ہے کہ حکم نص بدیہی مثل مشاہدہ کے ہو جاتا ہے اور یہ قیاس نہیں بلکہ علت حکم کا ادراک ہے یہ امر باتفاق امت درست و اعلیٰ درجہ کا ہے۔

مثلاً خروج بول و مذی ناقض وضو ہے اور خروج منی موجب غسل ہے۔ اگر کوئی یہاں اپنے قیاس فاسد سے خروج منی کو موجب غسل نہ کہے تو مخالفِ نص کے قیاس سے لعین ہوگا اور جو اپنی قوتِ ذہنی سے اس کی وجہ اور سبب تفرقہ کا بول و منی میں پیدا کرے خواہ عقل سے خواہ دوسری نص کے حکم سے تو عین علم ہے اس میں کوئی عیب نہیں بلکہ باعث مدح کا ہے۔ مگر اثبات حکم غسل کے واسطے تکلیف کرنا فضول ہے لیکن واضح ہو کہ یہ علم علماء مجتہدین اور اولیاء کاملین کو حاصل ہوتا ہے اور یہ قیاس نہیں۔

اب اس تقریر سے تفرقہ دلیلِ عقلی بیان کرنے کا اور بمقابلہ نص کے قیاس کرنے کا اہلِ فہم پر واضح ہو جائیگا اگر بغور علم اس میں فکر صائب کرے گا اور اگر وہاں اس نص میں دو احتمال ہوں حقیقت مجاز کے سبب یا اشتراکِ

معنی کے سبب یا بنظر ظاہر الفاظ اور بنظر علت نص کی وجہ سے تو البتہ وہاں مجتہد کسی جانب کو ترجیح دے کر ایک جانب کو مقرر کر دیتا ہے اور دوسری جہت کو متروک العمل کرتا ہے سو یہ ترجیح ایک معنی نص کی ہے اور نص پر عمل کرتا ہے اور یہ عین سنت اور فعل صحابہ علیہم الرضوان اور تقریر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ایسے ہی موقع پر جہلاء زمانہ کو مجتہدین پر خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اعتراضات جہالت آیات و مطاعن بے موقعہ ہیں کہ اس ترجیح کو قیاس بمقابلہ نص تجویز کرتے ہیں حالانکہ یہ عین عمل بالنص ہے اور سنت وصحابہ سے ثابت ہے۔

بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے کہ جب آپ بنو قریظہ پر تشریف لے گئے تو یہ فرمایا کہ لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ (ترجمہ) ہرگز کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں) پس لشکر بنی قریظہ کو روانہ ہوا۔ جب غروب شمس قریب آیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ ہم کو حکم بنو قریظہ سے ورے نماز کا نہیں ہوا بلکہ منع فرمایا ہے تو اگرچہ نماز قضا ہو جائے۔ مگر ہم راہ میں نماز نہ پڑھیں گے وہ نہ ٹھہرے اور بعض صحابہ نے کہا کہ غرض آپ کی جلد چلنے اور جلد پہنچنے کی ہے نماز کا قضا کرنا نہ چاہیئے انہوں نے راہ میں نماز ادا کی۔ جب آپ کو خبر ملی تو دونوں جماعت کو کچھ نہ فرمایا۔ غرض دونوں کی تقریر فرمائی۔ اب دیکھو ایک نص ہے اور معنی ظاہر اور حقیقی اس کے قبل بنو قریظہ پہنچنے کے نماز نہ پڑھنے کے ہیں۔ ایک جماعت نے اس پر عمل کیا کہ حقیقی اور ظاہر معنی احق ہوتے ہیں اور اس وجہ سے اس کو ترجیح دی اگرچہ پہلے سے آپ نے جان کر تاخیر صلوٰۃ و قضا کرنے کو منع فرمایا تھا۔ مگر اس جماعت نے اس روز حکم شارع پر بسبب نہی کے عمل کیا اور مصیب ہوئے اور یہ سمجھے کہ اس نص صریح سے آج کی عصر اس کلیہ سے مخصوص ہوئی ہے اور دوسری وجہ کو متروک العمل کیا اور دوسرے معنی اس کے جو مجازی ہیں کہ نہ پڑھنے نماز سے راہ میں غرض جلدی پہنچنا ہے نہ فوت کرنا نماز کا کہ جو حقیقی معنی ہیں۔

پس دوسری جماعت نے اس ہی نص کے معنی مجازی قرار دیئے بسبب کلیۂ شرع کے کہ قرآن میں صلوٰۃ کو کِتَاباً مَّوْقُوتاً " فرمایا ہے اور ترک صلوٰۃ کو حرام فرمایا ہے تو اس کلیہ دین کو اصل قرار دے کر اسی نص کو اس کے تابع کیا اور معنی مجازی لے کر راہ میں نماز پڑھی اور علتِ نص پر عمل کیا کہ وجہ ارشاد راہ میں نماز نہ پڑھنے کی جلد پہنچنا ہے نہ ترک نماز اور یہ جماعت بھی مصیب ہوئی۔

پس سُنت سے اور عمل صحابہ سے ظاہر نص پر عمل کرنا اور علت نص پر عمل کرنا اور ظاہر کو چھوڑنا جو فقہاء کرتے ہیں مشروع ہو گیا اور آپ نے اس کی تقریر فرمادی جو قیامت تک معمول رہے گی اور دونوں طرح کا عمل مجتہدین میں موجود ہے اور اختلاف فروع میں اسی وجہ سے ہُوا ہے۔ اب یہ قیاس بمقابلہ نص نہیں بلکہ اجتہاد فی مراد النص ہے اور جائز ہے اور سنت سے ثابت ہے۔

پس جو اس پر طعن کرتا ہے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقریر پر طعن کرتا ہے اور اپنا دین برباد کر دیتا ہے اور سنو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ فلاں کو قتل کر دو کہ اس پر تہمت زنا تھی۔ آپ اُس کی تلاش کو نکلے تو وہ چاہ میں نہاتا تھا آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر نکالا تو وہ مقطوع الذکر تھا۔ پس آپ نے قتل نہ کیا آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے تصویب فرمائی۔ اب دیکھو حالانکہ حکم قتل کا دیا تھا اور نص صریح ظاہر بھی مگر

مع ہذا جب وجہ قتل کی اُس شخص میں جس پر حکم قتل ہُوا تھا نہ پائی تو اس پر عمل نہ کیا اور بوجہ رفعِ علتِ حکم کے توقف کیا اور مصیب ہوئے تو یہ شرع مقرر ہوگئی کہ اگر نص کی علت مرتفع ہو جائے تو اس پر عمل نہ کرنا چاہیئے مجتہدین نے اس سے یہ قاعدہ کلیہ سیکھ کر عمل کیا۔

تو یہ قیاس و حکم بمقابلہ نص نہیں بلکہ عمل بحکم نص ہے کہ اس پر عمل واجب جب تک تھا کہ علت موجود تھی اگر علت رفع ہو جائے تو پھر ظاہر الفاظ پر عمل نہ ہو گا تو یہ خود اقتضائے نص ہے اس کو ترک نص اور قیاس بمقابلہ نص اہلِ فہم ہرگز نہ کہیں گے علیٰ ہذا۔ بہت وقائع ہیں کہ اہلِ حدیث و فقہ جانتے ہیں گو خود رائے جہال ناواقف ہو کر طعن کرتے ہیں۔ اس تحقیق سے بہت سے اشکال اہلِ فہم کے حل ہو جائیں گے۔ اگر بغور و فکر اس کو دیکھیں گے اب گویا مخالفت نصوص کا طعن ہی ہباءً منثورا ہو جائے گا۔

الحاصل جیسا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نص صریح واجب العمل کو ترک کیا بسبب اس کے کہ علت قتل کو جانتے تھے۔ بارشادِ فخرِ عالم علیہ السلام کے اور مرتفع ہونا علت کا معلوم کیا تھا بمشاہدہ اور اس ترک نص کی تصویب شارع علیہ السلام سے ثابت ہوئی۔ ایسے ہی جب مجتہد علتِ نص کو دریافت کرتا ہے کسی وجہ سے خواہ اشارۃ النص ہو یا عبارۃ و دلالت ہو خواہ استنباط ذہنی سے جو فحوائے کلیاتِ شرع سے معلوم ہوا اور پھر بسبب اُس علت کے مرتفع ہونے کے نص پر عمل نہیں کرتا تو ظاہر بین جانتا ہے کہ اپنی رائے پر عمل کیا اور نص کو چھوڑا اور اس کا نام قیاس بمقابلہ نص رکھتا ہے مگر یہ غلط ہے بلکہ ترک نص کا دوسری نصوص کلیہ کے حکم سے کیا ہے نہ اپنے قیاس فاسد سے بلکہ نصوص سے لہٰذا یہ عین عمل بالنصوص ہے نہ ترک نص اور یہ عمل حضرت علیؓ کا اور تصویب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حجۃ شرعیہ ہے اس پر طعن جاہل کا خود شارع علیہ السلام پر طعن ہوتا ہے۔ مجتہد و مقلد ہر حال میں بری اس عیب سے ہیں اور عین حکم و شرع شارع علیہ السّلام کے عامل ہیں۔ ہرگز اس کو کوئی عمل بمقابلہ نص نہ سمجھے اور نہ عمل بالرائے تصوّر کرے بلکہ یہ عمل بالنص حکم شارع ہے ورنہ یہ طعن صحابہ علیہم الرضوان بلکہ خود شارع علیہ السّلام پہنچے گا۔ معاذ اللہ

اور اگر کہیں دو نص متعارض جمع ہو جائیں تو وہاں مجتہد بالضرور یا دونوں نص کو جمع کرتے ہیں کسی طریق وجوہ جمع سے جو معمول و مقرر ہیں یا اگر ناسخ منسوخ ہونا قطعاً یا بظن غالب بقرائن معلوم ہُوا تو ناسخ پر عمل کرتا ہے یا قوت وضعف ثبوت کی وجہ سے قوی پر عمل کرتا ہے یا روات کے فقیہ و غیر فقیہ ہونے کے سبب فقیہ کی روایت پر عمل کرنا اختیار کرتا ہے یا ایک روایت کو قواعد کلیہ نصوص و شرع سے مرجح کرتا ہے مثلاً تو ان جملہ صورتوں میں ہرگز بمقابلہ نص کے قیاس نہیں ہوتا بلکہ دونوں نص پر یا ایک نص پر عمل ہوتا ہے۔ پس اس کو بھی نہ عمل بالرائے کوئی عاقل کہے نہ بمقابلہ نص کے قیاس کہہ سکے بلکہ یہ خود نص پر عمل و حکم کرتا ہے۔

اور یہ سب امور صحابہ رضی اللہ عنہم کے معمول ہیں اور اُن سے ہی مجتہدین نے لئے ہیں مثلاً کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ قرآن میں دو آیت متعارض ہیں" و اقبل بعضھم علی بعض یتساءلون ۔" دوسری جگہ" فلا انساب بینھم یومئذ و لا یتساءلون ۔ پہلی سے ثابت ہے کہ ایک دوسرے سے سوال کریگا

اور دوسری سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرگز سوال نہ ہو گا۔ آپ نے جواب دیا کہ عدم سوال نفخہ اولیٰ میں ہوگا اور سوال باہم بعد نفخہ ثانیہ کے ہو گا۔ پس دونوں آیت کو جمع کر دیا یہ بھی ایک طریق جمع کا منجملہ طرق کے ہے۔

اسی طرح جزئیات علمی میں جمع کیا جاتا ہے تو دونوں نص معمول رہتی ہیں جیسا حدیث عمر کے فوات کی ممانعت کی اور عصر کی نماز قریبط سے ورے نہ پڑھنے کو مجاز پر حمل کر کے جمع کر دیا ہے یہی نظیر اس کی ہے اور ناسخ منسوخ اور قوت ضعف کا انکار حضرات غیر مقلدین بھی نہیں کرتے لہٰذا اس کی نظیر کی ضرورت نہیں اور فقیہ کے قول و روایت کا معتبر ہونا اس سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الوضوء مما مست النار" یعنی جو آگ سے طعام پختہ ہوا اس کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تجدید وضو کرنی چاہیئے" تو ابن عباس نے جواب دیا کہ گرم پانی سے وضو نہ کرنا چاہیئے۔ یعنی اگر مس نار موجب نقض وضو کا ہے تو گرم پانی سے وضو درست نہ ہو گا کہ وہ بھی آگ کا گرم کیا ہوا ہے۔ اگر گرم پانی کا استعمال متوضی کرے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

اب دیکھو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ابن عباسؓ نے رد کر دیا نہ بایں وجہ کہ تم غلط روایت کرتے ہو ورنہ اُن کو روایت کذب کی وعید سے ڈراتے بلکہ بایں وجہ کہ تم نے معنی حقیقی ظاہر سے خود مطلب سمجھ لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب ہرگز نہیں تم کو فقہ حدیث کا حاصل نہیں ہوا کہ وضو سے نظافت کے لغوی معنی مراد ہیں نہ وضو اصطلاحی شرعی لہٰذا وہ روایت فقہاء صحابہ کی جس سے ترکِ وضو ثابت ہوتا ہے معمول ہوئی اور یہ روایت غیر فقیہ کی ترک کی۔

اس کے بہت نظائر ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہؓ بنت قیس کی روایت کو رد کر دیا کہ وہ کہتی تھی کہ مطلقہ ثلاث کو نفقہ وسکنیٰ نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کتاب وسنت کو ایک عورت کے قول و روایت سے رد نہیں کر سکتے معلوم نہیں کہ اس کو یاد رہا یا بھول گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سکنیٰ نہ دینے کی وجہ خاص بیان کر دی جس کو فاطمہؓ نہ سمجھی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب خبر ملی کہ حضرت عمر و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اہل میت کے رونے سے میت کو معذب ہونا روایت کرتے ہیں تو آیت قرآن سے جو مثل قاعدہ کلیہ کے ہے " وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ "۔ رد کیا اور کہا کہ قرآن تم کو بس ہے اور سماع موتیٰ کے باب میں آیت "انک لا تسمع الموتیٰ"، کو پیش کر کے روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو تاویل کر دیا اور کہا کہ وہ سمجھے نہیں آپ کی یہ مراد نہ تھی۔

تو دیکھو ایسے بڑوں کے قول کو بسبب کلیہ شرعیہ کے معتبر نہ رکھا بلکہ بروئے تفقہ دونوں کو جمع کیا کہ روایت سماع کو ماول بنایا اور معذب ہونے کو دوسری طرح بیان کیا جو کتب میں مذکور ہے۔ پس یہ سب معمولات صحابہ علیہم الرضوان کے ہیں جن کو مجتہدین دین میں جاری کر گئے ہیں اور یہی تفقہ فی الدین ہے" قال علیہ السلام من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین "۔ سبحان اللہ فضل مجتہدین فقہاء کا غور کرنا ہے اور اُن پر طاعنین کی جہل و ضلالت کو قیاس کرنا بہرحال نہ یہ ترک نص اور عمل بالقیاس ہے اور نہ یہ منع ہے بلکہ عینِ تفقہ و عینِ کمال علم موروثِ فخر عالم

علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہے اور تمام خلاصہ روایات فقہاء کا اور اختلاف باہمی کا اور وجہ اُس کی اس سے واضح ہوسکتی ہے اور ان ہی وجوہ اختلاف ۔ سے اختلاف فروع پیدا ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔
اس جواب کے بعد نہ کسی جواب کی اب حاجت ہے نہ آئندہ کسی شبہ کا محل تحطور باقی رہا مگر فہم شرط ہے اس ہی واسطے اس میں اس قدر بسط کیا گیا ۔ فقط

استفسار پنجم :۔ غیر مقلد کہتے ہیں کہ فقہ کے مسائل میں بہت اختلاف ہے احادیث میں کہیں اختلاف نہیں آیا۔ یہ سچ ہے کیا بخاری شریف و مسلم شریف و دیگر کتب صحاح میں استنباط و ترتیب وغیرہ میں بھی اختلاف ہے یا نہ اور مضامین میں بھی اختلاف ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ قول غیر مقلدین کا کہ فقہ میں بہت اختلاف ہے اور احادیث میں نہیں یہ بالکل غلط ہے۔ شاید ان لوگوں نے مشکوٰۃ بھی نہیں دیکھی محض نام حدیث کا سُن لیا ہے۔ احادیث میں اس قدر تعارض ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے یہ کلام محض دھوکہ دہی ہے جس کا دل چاہے دیکھ لیوے کہ احادیث بخاری کی خود باہم متعارض ہیں اور یہی سبب اختلاف فقہاء و مجتہدین کا ہُوا ہے۔ اللہ اکبر کیسا غلط قول ہے کہ آفتاب پر خاک ڈالنا اس کو ہی کہتے ہیں۔ پس معلوم ہُوا کہ فقہاء کا اختلاف بسبب اختلاف احادیث کے ہوا ہے اور عمل فقہ پر کرنا بعینہٖ احادیث پر عمل کرنا ہے ۔

استفسار ششم :۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اکثر ایمہ خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جس قدر احادیث لی ہوئی ہیں وہ اکثر عند المحدثین ضعیف ہیں اور بخاری اور مسلم میں ایک بھی حدیث ضعیف بلا راوی مجروح نہیں ہے۔

جواب :۔ امام صاحب کی حدیث ہرگز ضعاف نہیں۔ امام صاحب تابعین و تبع تابعین سے روایت نہایت تحقیق کے ساتھ کرتے ہیں اور علم اہل کوفہ کا نہایت وسیع تھا کہ پندرہ سو صحابہ وہاں تشریف رکھتے تھے اور اس وقت بخاری و مسلم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ سو امام صاحبؒ کے اُستادوں سے لے کر صحابہؓ تک چند واسطے ہوتے ہیں وہ سب معتمد و ثقہ تھے تو اُن صحاح احادیث سے استنباط مسائل کا فرماتے تھے۔ پھر بعد امام صاحب کے جو اُن احادیث کی نقل ہوئی ہے تو نیچے کے درجہ میں آکر بعض روایات میں بسبب ضعف راوی تحتانی کے ضعف روایات کا ہُوا ۔

پس اس ضعف سے امام صاحب کی سند میں ضعف جاننا سخت کم فہمی ہے مثلاً بخاری سے لے کر صحابی تک رُوات ثقہ ہیں۔ اگر یہ روایت بخاری سے نیچے یا بخاری کے اُستاد سے نقل ہوکر نیچے درجہ میں ضعیف ہوگئی تو بخاری کی حدیث ضعیف نہ ہوگی اگرچہ نیچے کیسا ہی راوی ہو۔ لہٰذا امام صاحب کی سند میں ہرگز ضعف نہیں یہ کم فہمی ابناء زمانہ کی ہے۔ اگر ترمذی کی سند میں ضعف ہوا وہ روایت امام صاحب اگر روایت کریں تو وہ بھی ضعیف ہو۔

بہرحال یہ گمان غلط ہے کہ عدم علم حقیقت الحال سے پیدا ہوا ہے اور دیگر ائمہ مجتہدین۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تو تمام عالم میں محدث مشہور ہیں اور خود صحیحین اُن کی روایات سے پر ہیں۔ ان کی احادیث کو ضعیف کہنا تو سراسر حمق ہے۔ ورنہ صحیحین بھی ضعیف ہو جاویں گی۔ بہرحال آئمہ اربعہ کی نسبت یہ اُن کا گمان فاسد و غلط ہے ۔